۵۶

# حضرت مسیح موعودؑ کی طرف آپ کی تعلیم کے خلاف کوئی بات منسوب نہ کی جائے

(فرمودہ ۴۔ جولائی ۱۹۳۰ء بمقام شملہ)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

دنیا میں مختلف قسم کے اختلافات پائے جاتے ہیں اور مختلف قسم کے خیالات جن پر لوگ قائم رہتے یا قائم ہوتے ہیں۔ جس کا باعث جہاں جہالت یا ضدّ یا اسی قسم کی اور باتیں ہوتی ہیں وہاں ایک بڑی وجہ اس کی یہ بھی ہوتی ہے کہ بہت سے کلام ذوالمعانی ہوتے ہیں جن کے معنی ہر شخص اپنے رنگ اور اپنے خیالات کے مطابق کرتا ہے اور اس طرح اختلاف پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ بسا اوقات ایک شخص دیانتداری سے ایک معنی کرتا ہے اور اس میں تعصّب سے کام نہیں لیتا لیکن باوجود اس کے کہ وہ دیانتداری سے معنے کرتا ہے چونکہ وہ اپنے دلی میلانات اور اپنے خیالات کی وجہ سے ان معنوں کو اختیار کرتا ہے اس وجہ سے وہ معنی قابل قبول نہیں ہوتے۔ قرآن کریم کے پڑھنے والے بہت سے ایسے ہندو، عیسائی اور زرتشتی پائے جاتے ہیں۔ جن کے دلوں میں تعصب نہیں ہوتا اور وہ اس کے پڑھتے وقت یہ خیال رکھتے ہیں کہ ان پر ان کے خیالات کا اثر نہ پڑے لیکن پھر بھی وہ بعض جگہ غلط معنی کر جاتے ہیں کیونکہ ان پر ان کے اپنے خیالات کا اثر غالب ہوتا ہے۔ اس کی ایک مثال سیل (SALE) کا انگریزی ترجمہ قرآن کریم ہے جو اس نے میرے خیال میں بغیر تعصّب کے لکھا ہے لیکن اس نے کئی باتیں اپنے عیسائی نقطۂ نگاہ کے مطابق صحیح سمجھ کر

لکھ دی ہیں جو درحقیقت غلط ہیں۔ اسی طرح اس نے یونہی بعض اعتراضات کر دیئے ہیں حالانکہ اعتراضات کی گنجائش نہیں تھی۔ غرض انسان اپنے ذاتی خیالات کے ماتحت معنی کر کے دھوکا کھاتا ہے۔ قرآن کریم میں جو اللہ تعالیٰ نے متشابہات کا ذکر فرمایا ہے اس کے کئی معانی ہیں جن میں سے ایک ذومعانی کلام کے ہیں۔ ایسے کلام کے معنی کرتے وقت جس کے دل میں گند ہوتا ہے وہ بُرے معنی لیتا ہے اور جس کے دل میں نیکی ہوتی ہے وہ اچھے معنی لیتا ہے۔ ہمارے سلسلہ میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں کے بعض مقامات کے معنی بعض لوگ ایسے کرتے ہیں جو غلط اور سلسلہ کو بدنام کرنے والے ہوتے ہیں۔ اسی طرح بعض باتیں روایات کی صورت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کی جاتی ہیں جو تحقیق کے بغیر قابلِ تسلیم نہیں ہوتیں۔ ایسے معنوں یا ایسی باتوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کرنا سخت غلطی ہے۔ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے اگر تمہیں کوئی ایسی بات پہنچے جسے میری طرف منسوب کیا گیا ہو اور وہ میری تعلیمات کی رو سے تمہیں نادرست نظر آئے تو تم اسے میری طرف سے نہ سمجھو۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کی جانے والی باتوں کو بھی اسی اصل کے ماتحت دیکھنا چاہئے اور ان کے جو معنی آپ کی تعلیم کے خلاف ہوں انہیں درست نہیں سمجھنا چاہئے۔ ہاں جہاں تک ممکن ہو ان کی کوئی ایسی تأویل کرنی چاہئے جو آپ کی تعلیم کے مطابق ہو اور جس سے وہ بات آپ کی تعلیم کے مخالف نہ رہے۔ اور اگر کوئی ایسی تاویل نہ ہو سکے تو ایسے معنوں کو اور ایسی روایت کو آپ کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہئے بلکہ اسے رد کر دینا چاہئے۔ کچھ عرصہ ہؤا احادیث کے طرز پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کے متعلق آپ کے صحابہ کی روایات کی ایک کتاب چھپی تھی۔ جس میں ایک روایت یہ لکھی تھی کہ آپ نے ایک دفعہ چنے کے دانوں پر کچھ پڑھ کر اور پھونک کر انہیں کنویں میں پھینکنے کا ارشاد فرمایا۔ اس کے متعلق مجھے بعض لوگوں کی طرف سے اعتراضات پہنچے۔ میں نے اُسی وقت کہا کہ اس میں راوی کو یقیناً غلطی لگی ہے۔ چنانچہ جب تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ جماعت کے کسی آدمی نے اس قسم کی خواب دیکھی تھی جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ لصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ اسے پورا کر دیا جائے۔

اسی طرح ایک دفعہ مَیں نے ایک تقریر میں بیان کیا کہ قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ

سچے کلام اور سچی تعلیم کے نتیجہ میں حرکت ( جسے لوگ حالت یا حال کہتے ہیں ) پیدا نہیں ہوتی بلکہ پہلے خشیت کی حالت اور پھر اطمینان پیدا ہوتا ہے۔ اس پر ایک دوست نے کہا کہ ایک دفعہ رات کے وقت میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرش پر جوش سے لوٹتے ہوئے دیکھا تھا۔ میں نے اُس دوست سے پوچھا کہ کیا آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا تھا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں یا آپ نے خود ہی ایسا خیال کر لیا۔ انہوں نے کہا میں نے حضور سے دریافت تو نہیں کیا تھا بلکہ خود ہی قیاس کر لیا تھا۔ اُس دوست نے حضور کو اِس حالت میں دیکھ کر خیال کر لیا کہ یہ حرکت فلاں وجہ سے ہے حالانکہ ممکن ہے کہ اُس وقت حضور کو پیٹ میں درد ہو یا اسی قسم کی اور وجہ پیدا ہوئی ہو۔ غرض جب ایک شخص پر ایک خیال غالب ہوتا ہے تو وہ اس سے متأثر ہو کر خود ہی اپنے مذاق کے مطابق ایک معنی کر لیتا ہے۔ مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب چشمہ معرفت میں آریوں کے اس اعتراض پر کہ قرآن کریم کہتا ہے کہ (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے اور یہ بات قانونِ قدرت کے خلاف ہے۔ جواباً فرمایا کہ اس میں کیا حرج ہے کیا خدا تعالیٰ کو اس بات کی قدرت نہیں کہ وہ ایک شخص کو زندہ آسمان پر اُٹھا لے حالانکہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر اور ان کے آسمان پر زندہ اُٹھائے جانے کے خلاف بہت زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ مسلمانوں کی تباہی کا ایک بہت بڑا موجب یہی عقیدہ ہؤا ہے اور اسی وجہ سے مسلمانوں کی قوتِ عمل ماردی گئی اور ان میں عیسائیت کے ساتھ مخالفت اور اس سے وہ منافرت نہ رہی جو ہونی چاہئے تھی۔ آپ کا آریوں کے جواب میں ایسا لکھنے کے معنی انہیں شرمندہ کرنا تھا کہ آریہ مذہب تو خدا تعالیٰ کی قدرت کا قائل نہیں۔ مگر ہم ایسا کسی سائنس کی بناء پر نہیں کہتے بلکہ ہم قرآن کی بعض دوسری آیات کی رو سے کہتے ہیں کہ یہ خیال غلط ہے۔ اگر ہم اس میں خدا تعالیٰ کی صفات کی کسرِ شان اور رسول کریم ﷺ کی ہتک نہ دیکھتے اور یہ بات قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف نہ ہوتی تو ہمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ ماننے میں کچھ تأمّل نہ ہوتا۔

پچھلے دنوں ایک خطبہ میں مَیں نے بتایا تھا کہ ایک شخص نے اپنے درس میں وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ[1] کے یہ معنے کئے ہیں کہ ہم نے طُور کو اُٹھا کر تمہارے سر پر رکھ دیا ہے یہ معنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے خلاف ہیں۔

درس دینے والے صاحب نے معلوم ہوتا ہے قرآن کریم پر غور نہیں کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے براہین احمدیہ حصہ پنجم میں کھول کر بیان فرمایا ہے کہ معجزات میں اِخفاء اور پوشیدگی کے پہلو کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے اور ان میں معترضین کے لئے شُبہات پیدا کرنے کی بظاہر گنجائش ہوتی ہے ہمیشہ خدا تعالیٰ کی طرف سے معجزات کا ظہور ایسے طور پر ہوتا ہے کہ شک کرنے والوں کے لئے یہ بات کہنے کی ایک طرح سے گنجائش رہتی ہے کہ یہ اتفاقی امور میں سے ہیں جو دنیا میں عام طور پر پائے جاتے ہیں۔ مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی سچائی کا ایک یہ نشان بتایا تھا کہ میرے گھر میں طاعون نہیں آئے گی سو باوجود اس کے کہ یہ ایک عظیم الشان نشان ہے ایک ضدّی معترض کہہ سکتا ہے کہ یہ اتفاقی بات ہے مگر طُور کے اِس طور پر اُٹھائے جانے کو کوئی ضدّی سے ضدّی آدمی بھی اتفاقی نہیں کہہ سکتا یہی حال مُردوں کو زندہ کر کے دنیا میں واپس لانے کا ہے ایسے معجزات کبھی نہیں دکھلائے جاتے۔ بعض لوگ جو اس قسم کے خیالات میں مبتلاء ہیں وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کُتب میں سے بعض عبارتیں اپنے خیال کی تائید میں پیش کرتے ہیں حالانکہ ان میں قدرت ہی کا ذکر ہے نہ یہ کہ یہ بات خدا تعالیٰ کی سنّت اور اس کے فرمودہ کے مطابق بھی ہے۔

خدا تعالیٰ کی قدرت میں تو یہ بھی داخل ہے کہ تمام دنیا کو انسان کے سر پر لا کر رکھ دے مگر یہ بات کہ فلاں بات خدا تعالیٰ کی قدرت میں داخل ہے اور یہ بات کہ خدا تعالیٰ اس قدرت کا اظہار بھی کرتا ہے ایک نہیں بلکہ ان میں بہت بڑا فرق ہے۔ خدا تعالیٰ چاہے تو وہ مُردوں کو زندہ کر کے اِسی دنیا میں واپس لاسکتا ہے مگر وہ ایسا کرتا نہیں۔ پس محض یہ کہنا کہ چونکہ فلاں بات خدا تعالیٰ کی قدرت میں ہے اس لئے وہ ایسا کرتا بھی ہے یہ غلط خیال ہے۔ اِس قسم کے معجزات کے قِصّوں کو درست قرار دینا سلسلہ کی تعلیم کے مخالف اور اس کی بیخ کنی کے مترادف ہے کیونکہ بعض لوگ ان جھوٹے قِصّوں کی بناء پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نشانات کو جُھٹلا دیں گے کیونکہ انہیں یہ باتیں آپ کے نشانات میں نظر نہیں آئیں گی اور بعض لوگ مبالغہ آمیز روایات گھڑنے لگیں گے۔ اِس قسم کی باتیں بظاہر معمولی اور جُزوی معلوم ہوتی ہیں مگر نتائج کے لحاظ سے نہایت خطرناک اور اصول پر تبر چلانے والی ہوتی ہیں۔ ان کے ذریعہ سے ایک شریر انسان لوگوں کو دھوکا دے سکتا ہے۔ پس جو بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ایسی منسوب کی جائے

جو حضور کی تعلیم کے خلاف ہو اور اس کی کوئی تاویل نہ ہو سکے تو اسے ردّ کر دینا چاہئے۔ یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تو بندہ کی بات کے احسن پہلو کو لے کر اس کے مطابق اس سے معاملہ کرے مگر انسان اس کے کلام کے ایسے معنی کرے جو اس کے محکم کلام اور اس کی صفات کے خلاف ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء کے کلام کے ایسے معنی کرنے چاہئیں جو اللہ تعالیٰ کی شان اور اس کے کلام کے منافی نہ ہوں۔

حقیقی ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ جب کوئی ایسی بات پہنچے جو قرآن کریم یا آنحضرت ﷺ کے فرمودہ یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے خلاف نظر آئے اس کی حتی الوسع کوئی احسن تاویل کی جائے اور اگر کوئی ایسی تاویل نہ ہو سکے تو اسے درست نہ سمجھا جائے۔ اور اگر ان کے کلام کے کوئی ایسے معنی ہوتے ہوں جو دوسری تعلیم کے خلاف ہوں تو ان کو ردّ کر کے ایسے معنی کئے جائیں کہ وہ دوسرے اصول کے مطابق ہوں۔ اور اگر ایسے معنی نہ ہو سکیں تو انسان اپنی کمزوری کا اقرار کرے مگر خلافِ عقل و سنت اللہ معنی نہ کرے۔ تمام انسان غلطی کر سکتے ہیں لیکن ان کا فرض ہے کہ وہ اپنی غلطی کا اقرار اور اعتراف کریں اور کوئی ایسا طریق اختیار نہ کریں جو اَدب کے خلاف ہو اور اللہ کے ساتھ محبت کے تعلق کو بڑھانے کی بجائے اس سے دُوری پیدا کرنے والا ہو کیونکہ اِس کا بدنتیجہ انہیں کو بھگتنا پڑے گا۔ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ۔[2]

(الفضل ۱۵۔ جولائی ۱۹۳۰ء)

---

[1] البقرة: ۶۴ [2] فاطر: ۴۴